تشبہ بالکفار اور قرآنی تعلیمات:ایک تحقیقی جائزہ

اللہ دتہ*

Abstract

The imitation of Infidels especially with western civilization is becoming a norm and trend of our society. Every Muslim looks like a follower of western civilization. It is quite difficult to differentiate between a Muslim and non-Muslim. There are many Hadiths which stated it ostracized but people object and arise questions about the validity of the Hadiths, and people could not refrain themselves from the imitation of Infidels. So, the standing of Imitation in the underlying article has been explained with the verses of Quran and it has been tried to know the position of the imitation of the infidels with the help of the Holy Quran. Consequently, through this writing, misunderstandings about the issue could be exterminated with the help of the Holy Quran. This will eliminate the bad traditions and customs of the society and Muslims will turn towards Qur'an and Sunnah.

KEYWORDS*: Imitation, Infidels, Muslims, Quran, Sunnah, Western Civilization.*

فی زمانہ اغیار سے مشابہت کا رجحان بڑھتا چلا جارہا ہے اور ہر شخص مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگا نظر آتا ہے۔ مغرب کے فکری غلبے کی وجہ سے لوگ ان کی ثقافت کو اپنانے میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں۔ بات معاشرت کی ہو یا سیاست کی، اخلاق و کردار کی ہو یا طرز فکر کی آپ کو روزمرہ زندگی کے ہر معاملے بالعموم یہی رویہ کارفرما نظر آئے گا۔ آپ کسی شخص کو دیکھ کر معلوم نہیں کرسکتے کہ آیا یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ چنانچہ آج بہت زیادہ ضرورت ہے کہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جائے اور تشبہ بالکفار کی حقیقت کو واضح کیا جائے۔ ان کے احکام و علل کو اجاگر کیا جائے اور اس کی حلت و حرمت کا تعین کیا جائے۔ تغیر زمان و مکان اور مقاصد شریعہ کے تناظر میں اس کا از سر نو جائزہ لے کر امت مسلمہ کو اس کے عواقب و

* اللہ دتہ، ریسرچ اسکالر، لیکچرار، فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج بوائز، ملتان کینٹ۔

نتائج سے آگاہ کیا جائے۔ اس ضمن میں بہت سے فرامین ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں جن کی مدد سے مسئلہ زیر غور کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے مگر بہت سے لوگ ان کو در خور اعتنا نہیں سمجھتے بلکہ کچھ علماء بھی ان احادیث کی صحت پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کی صحت پر سوال اٹھاتے ہیں۔[1] نتیجۃً لوگ تشبہ بالکفار کی عادت میں مبتلا رہتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر مقالے میں تشبہ بالکفار کی حیثیت کو قرآن پاک کی آیات سے واضح کیا جائے گا اور یہ جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ تشبہ بالکفار کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں کیا احکامات بیان فرمائے ہیں؟ چونکہ قرآن پاک میں وارد آیات و احکام پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اس لیے اس تحریر کے ذریعے اس موضوع سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیاں دور ہوں گی اور مسلمان قرآن و سنت کی طرف رجوع کریں گے اور تمسک قرآن کے ذریعے معاشرے میں حقیقی اسلامی تعلیمات کا فروغ ہو گا۔ اور بندہ مومن صحیح معنوں میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو حاصل کر سکے گا۔

اس سے قبل کہ بحث کا آغاز کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ کی تعریف اور اس کے مفہوم کو سمجھ لیا جائے تاکہ بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

تشبہ کا لغوی مفہوم

تشبہ عربی زبان کا لفظ ہے جو شبہ سے نکلا ہے اور اس کا مطلب مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا، مثل ہونا، باہم مختلط ہونا، ہم وصف ہونا یا نقل کرنا وغیرہ کے ہیں۔ یعنی کوئی ایسی شے کہ جو دوسری شے کی طرح ہو تو کہیں گے کہ یہ شے اس جیسی ہے یا اس سے تشبہ رکھتی ہے مماثلت کا یہ عمل تشبہ کہلاتا ہے۔ مماثلت کے لیے اس شے کا بعینہ ایک جیسا ہونا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ اگر دونوں اشیاء ایک جیسی ہیں تو وہ تو جنس و نوع ہی میں باہم متحد ہیں اس لیے ان میں تشبہ کے کیا معنی، بلکہ جہاں دونوں اشیا اکثر صفات میں یا کچھ صفات میں ایک جیسی ہوں گی وہاں تشبہ کا اطلاق ہو گا اور صفات میں یکسانیت کے اس عمل کو تشبہ کہا جائے گا۔ تشبہ کے لغوی مفہوم کے بارے میں اہل لغت نے اپنی مختلف کتب میں جو معانی اس کے درج کیے ہیں اسے چند مشہور و معروف کتب سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

لسان العرب میں ابن منظور افریقی نے شبہ کی تین لغتیں بیان کی ہیں: الشِّبْهُ و الشَّبَهُ و الشَّبِيهُ جسے آپ مصادر بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تین مصدریں بیان کی ہیں اور اس کا معنی "مثل" بیان کیا ہے اس کی جمع أَشْباهٌ ہے اہل عرب اس وقت بولتے ہیں جب ایک شے دوسری شے کے مماثل ہو تو کہتے ہیں وأَشْبَهَ الشيءُ الشيءَ اور مماثلت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ظلم کرنے میں اپنے باپ کے مشابہ ہے یا مرد اپنی ماں کے مشابہ ہے۔ ابن اعرابی کے نزدیک یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص عاجز ہوتا ہے یا کمزور ہوتا ہے اور یہ شعر اس پر دلیل ہے:

أَصْبَحَ فِيهِ شَبَهٌ مِنْ أُمِّهِ، مِنْ عِظَمِ الرأْسِ ومِنْ خُرْطُمِهِ [2]

"تاج العروس" میں اس کا معنی "مثل" بیان کیا گیا ہے اور باقی تفصیل وہی ہے جو کہ اوپر "لسان العرب" کے

حوالے سے بیان ہوئی ہے۔[۳]

کتاب التعریفات میں ہے کہ لغت میں تشبیہ کسی شے کی کسی دوسری شے کے ساتھ معنی میں مشترکہ امر پر دلالت کرتی ہے پہلی کو مشبہ (بالکسر) اور دوسری کو مشبہ بہ (بالفتح) کہتے ہیں اس کے لیے آلہ تشبیہ،اس کی غرض وغایت اور تشبیہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے یہ معنی جو بیان کیا گیا یہ اہل لغت کے نزدیک تھا۔علمائے بیان کی اصطلاح میں دو چیزوں کا کسی وصف میں یا کسی شے کے اوصاف میں مشترک ہونا تشبیہ کہلاتا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ زید میں شیر کی طرح بہادری پائی جاتی ہے یہاں وصف بہادری کا اشتراک ہے شیر کے ساتھ اور اسی طرح روشنی کا ہونا سورج میں،اس کو علمائے بیان تشبیہ مفرد کہتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"بے شک اللہ تعالی نے مجھے ہدایت اور علم کے ساتھ بھیجا ہے بارش کی مثل کے کہ جو زمین کو پہنچتی ہے۔"[۴] سرکار ﷺ نے یہاں پر علم کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے ذریعے پاک زمین نفع حاصل کرتی ہے اور بنجر زمین جس سے نفع حاصل نہیں کرپاتی۔اس کو تشبیہ مرکب یا تشبیہ مجتمع بھی کہتے ہیں جس طرح کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:"میری مثال اور سابقہ انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک مرد نے گھر بنایا بہت خوبصورت حسین و جمیل اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔"[۵] اس کو تشبیہ جمع بالجمع کہتے ہیں یہاں پر وجہ شبہ عقلی ہے جو چند امور سے مترشح ہو رہی ہے پس یہاں نبوت کو گھر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[۶]

اساس البلاغہ میں اس کے معنی مماثلت کے بیان کیے گئے ہیں۔[۷]

امام راغب اصفہانی نے بھی شبہ کی تین لغتیں بیان کی ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: **الشِّبْهُو الشَّبَهُو الشَّبِيهُ** کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں مثلاً لون اور طعم میں باہم مماثل ہونا یا عدل اور ظلم میں[۸] اور اس کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ دو چیزوں کا حسی یا معنوی لحاظ سے اس قدر مماثل ہونا کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکیں۔[۹]

تشبہ کا اصطلاحی مفہوم

تشبہ باب تفعل سے ہے جس کی ممتاز خاصیت تکلف،تصنع یا بناوٹ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ باب تفعل عموماً ماخذ کو بہ تکلف اپنے ساتھ متصف کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہذا تشبہ بالکفار سے مراد سے کسی بھی مسلمان کا بہ تکلف کفار کی ممتاز و مخصوص چیز کو اپنانا یعنی جو چیز کسی علاقے میں کفار یا مشرک قوم کی پہچان وعلامت ہو مسلمان کا اس چیز کو استعمال کرنا۔اس لحاظ سے اس کی یہ تعریف بیان کی جاسکتی ہے کہ کسی شخص کا کسی دوسرے مذہب یا قوم کے کسی فرد کی یا جماعت کی اخلاقیات،رہن سہن،طرز معاشرت،تہذیب و تمدن،لباس،اکل وشرب،وضع قطع یا فکر و تدبر وغیرہ میں ایسی نقل یا مشابہت کرنے کا نام ہے کہ اس پہلے فرد پر دوسرے فرد کا گمان ہونے لگے اور ایک انجان شخص بھی اسے دوسری جماعت کا فرد ہی تصور کرے۔علماء نے اس کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں چند تعریفات درج ذیل ہیں:

- حرام تشبہ بالکفار کسی مسلمان کا کسی کافر قوم کے ساتھ شرعاًیا عرفاًمذموم ناپسندیدہ اشیاء میں مشابہت اختیار کرنا

ہے۔ نیز ان چیزوں میں کہ جن میں کفار کے ساتھ مشابہت کا قصد بدلالت حال کیا جاتا ہے۔[(۱۰)]

- کسی نفع وغیرہ سے بے پروا ہو کر محض اس لیے کہ کسی کی ادا بھا جائے اور زبردستی اس کی ریس میں اسی ادا کو اختیار کرنا۔[(۱۱)]
- غیر مسلم کی ہر وہ چیز جو ان کے لیے اس طرح خاص ہو کہ اگر مسلم اسے استعمال کرے تو غیر مسلم ہونے کا اس پر دھوکا ہو۔[(۱۲)]

تشبہ بالکفار اور قرآنی تعلیمات

قرآن پاک سے تشبہ بالکفار کی ممانعت بیان کرنے کا اسلوب اسلاف سے بھی ثابت ہے اور بہت سے علماء نے اس مسئلے کو قرآن مقدس سے ثابت کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "بعض صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث تشبہ کی ضعیف ہے۔ اللہ اکبر جن صاحبوں کو اتنی خبر نہ ہو کہ حدیث ضعیف کیا ہے وہ حدیث پر ضعف کا حکم لگائیں، اچھا صاحب حدیث ضعیف ہی سہی مگر یہ مسئلہ تو قران مجید سے بھی ثابت ہے: یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ یاایھا الذین امنوا لاتکونوا کالذین کفروا۔[(۱۳)]

" اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ" اور ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے: "اے ایمان والو! کافروں کی طرح نہ بن جاؤ۔"

اللہ رب العزت کو مسلمانوں کی کفار سے مشابہت پسند نہیں ہے اس لیے اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو کفار کی مشابہت سے منع فرمایا اور اس کی بجائے انھیں فاتبعونی کی پیروی کرنے اور اسوۂ حسنۃ کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ذیل میں کچھ وہ آیات بینات ذکر کی جاتی ہیں جن میں کسی نہ کسی اعتبار سے تشبہ بالکفار کی ممانعت کا اور کفار کی مخالفت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

پہلی آیت اللہ رب العزت مومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [(۱۴)]

"مومنو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور ان کے (مسلمان) بھائی (جب) خدا کی راہ میں سفر کریں (اور مر جائیں) یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں) تو ان کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ خدا ان لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کر دے اور زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے اور خدا تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

اس آیت میں مومنین کو عقیدہ قضاو قدر میں کفار سے مشابہت سے روکا جارہا ہے کہ چونکہ کفار یہ سمجھتے ہیں کہ موت وحیات اسباب کے تابع ہے اور موت کا سبب سفر یا جہاد ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے جبکہ ایمان والوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کی جارہی ہے کہ موت وحیات تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور اسباب بھی مشیت الٰہی ہی کے تابع ہیں۔اس آیت کے تحت تفسیر جامع البیان میں ہے:سدیرحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لفظ آیت:لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ سے عبداللہ بن ابی کے منافق ساتھی مراد ہیں۔(۱۵)

علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:" اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو کفار اور منافقین وغیرہ کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا ہے جو اپنے رب اور اس کی قضاوقدر پر ایمان نہیں رکھتے۔اس نے ہر چیز میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا ہے۔خاص طور پر اس معاملے میں کہ وہ اپنے دینی یا نسبی بھائیوں سے کہتے ہیں:اذا ضربوا فی الارض ''یعنی جب تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرتے ہیں۔اوکانوا غزی یا وہ غزوات کے لیے نکلتے ہیں۔پھر اس دوران میں انہیں موت آجاتی ہے یا وہ قتل ہوجاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:لوکانوا عندنا ماماتوا وماقتلوا'' اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو وہ نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے'' یہ ان کا جھوٹ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل لوکنتم فی بیوتکملبرزالذین کتب علیھما لقتل الی مضاجعھم '' کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا تھا تو وہ اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔'' (۱۶)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اپنی تفسیر معارف القران میں لکھتے ہیں:''اے ایمان والو تم ان لوگوں کے مشابہ اور مانند نہ ہو جاؤ جو حقیقت میں کافر ہیں اگرچہ ظاہرا اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یعنی منافق ہیں۔'' اور حدیث میں ہے من تشبہ بقوم فھو منھم جو شخص جس قوم کے مشابہ بنے وہ اللہ کے نزدیک اسی قوم میں شمار ہوگا اور تشبہ میں درجات ہیں کبھی تشبہ کامل ہوتا ہے اور کبھی ناقص جس درجہ کا تشبہ ہوگا اسی درجے کی وعید اس پر مرتبہ ہوگی۔(۱۷)

اور یہ مشابہت کس درجہ کی ہے اور اس پر کون سا حکم لگتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی ثنااللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:یا یھاالذین امنوا لا تکونوا کالذین کفروا ''اے اہل ایمان تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا۔''کافروں سے مراد ہیں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافق۔منافقوں کی طرح نہ ہو جانے کا حکم اس لیے دیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی قوم (کے افکار و اعمال اس کی) مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے ہوگا۔اس حدیث کو حضرت ابن عمر کی روایت سے ابوداؤد نے مرفوعاً اور حضرت حذیفہ کی روایت سے طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔خصوصاً ایسی مشابہت (سے تو اجتناب فرض ہے) جو موجب کفر ہو اس جگہ جس مشابہت کو اختیار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ موجب کفر ہی ہے کیونکہ یہ تقدیر کا انکار ہے اور تقدیر کا انکار کفر ہے۔(۱۸)

علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی لکھتے ہیں:''ابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت:لو کانوا عندنا ماتوا وماقتلوا یہ کافروں کا قول ہے جب کوئی آدمی (لڑائی میں) شہید ہو جاتا

تو کہتے اگر ہمارے پاس ہوتا تو نہ مرتا پس تم ایسا نہ کہو جیسے کفار نے کہا۔[۱۹] علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں:"تم یہ بات کہنے اور اس پر اعتقاد رکھنے میں ان لوگوں کی طرح نہ بنو تا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خاص طور پر حسرت کا باعث بنادے اور تمہارے دلوں کو محفوظ کرلے۔"[۲۰] ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبی لکھتے ہیں: قولہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ سے مراد منافقین ہیں۔ یعنی جو نفاق میں یا نسب میں (ان کے بھائی تھے) اور ان سرایا میں گئے جنہیں حضور نبی مکرم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے بئر معونہ کی طرف بھیجا (انھیں کہتے تھے) لوكانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا" اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ "تو اس میں مسلمانوں کو ان کی مثل قول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔[۲۱]

دوسری آیت اللہ رب العزت مومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[۲۲]

"اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔"

یہاں پر اللہ رب العزت مسلمانوں کو کافروں کے عقائد اختیار کرنے سے منع فرمارہا ہے اور ان کی طرح اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوس ہونے کی مذمت بیان کی جارہی ہے۔ علامہ عبد الرحمن بن ناصر السعدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے، اس لیے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔[۲۳] اور مایوسی اور ناامیدی کی بجائے اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو امید ور جا کا دامن تھامنے کا حکم دیا ہے۔ مولانا صلاح الدین یوسف صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:"گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کو سخت حالات میں بھی صبر ورضا کا اور اللہ کی رحمت واسعہ کی امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔"[۲۴]

تیسری آیت اللہ رب العزت مومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ[۲۵]

"مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے۔"

یعنی کسی استثناء اور تخصیص کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ، تمھارے خیالات نظریات تمھارے علوم تمھارے طور وطریقے تمھارے معاملات تمہاری سعی و عمل کے راستے سب کے سب بالکل تابع اسلام ہوں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کے مختلف حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کرلو۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت ہے کہ:"عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں اجازت عطا فرمائیں کہ ہم یوم السبت کا احترام کریں اور اونٹ کا گوشت ترک کریں تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ جو اہل کتاب کے علماء میں سے تھے ان کے نزدیک ہفتے کا دن محترم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان حضرات کو اسلام لانے کے بعد خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتے کے دن کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسوی میں اونٹ کا گوشت حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں، سو اگر ہم بدستور ہفتے کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعت موسوی کی بھی رعایت ہو جائے گی اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو گا اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی اصلاح آئندہ آیت میں فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جائے اور ایسے امر کو دین سمجھنا ایک شیطانی لغزش ہے۔"(۲۶)

اس آیت کے تحت تفسیر نور العرفان میں ہے: "اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی منڈوانا، مشرکوں کا سا لباس پہننا ایمانی کمزوری کی علامت ہے جب مسلمان ہو گئے تو سیرت و صورت میں ہر طرح مسلمان ہو۔ گندے گلاس میں اچھا شربت نہیں پیا جاتا مشرکوں کی سی صورت میں قران پڑھنا مناسب نہیں اپنے ظاہر و باطن دونوں کو سنبھالو۔"(۲۷) اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تنبیہ ہے جنھوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادت کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جز ہی نہیں سمجھتے، آج کل جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو، خود کو ماڈرن سمجھتا ہے، ان میں یہ غفلت عام ہے۔

چوتھی آیت اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ(۲۸)

"(اے محمد) ہم تمھارا آسمان کی طرف منھ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منھ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منھ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منھ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں خدا ان سے بے خبر نہیں۔"

اس آیت کے تحت تفسیر جامع البیان میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آنے سے قبل یہود یہ کہا کرتے تھے يخالفنا محمد ويتّبع قبلتنا!(۲۹) کہ ویسے تو محمد ﷺ ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے

ہیں لیکن پیروی ہمارے قبلے کی کرتے ہیں۔ مولانا محمد قطب شہید اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:"تحریک اسلامی کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرے کہ کیوں وہ ایک مخصوص قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتی ہے؟ قبلہ محض ایک مکان ہی نہیں جس کی طرف نماز کے وقت مسلمان رخ کرتے ہیں مکان اور سمت تو محض ایک اشارہ ہے۔ دراصل یہ امتیاز و خصوصیت کا اشارہ ہے اور یہ نظریے کا امتیاز ہے۔ تشخص کا امتیاز ہے، نصب العین کا امتیاز ہے، ترجیحات کا امتیاز ہے اور امت کے عناصر ترکیبی کا امتیاز ہے۔"(۳۰)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:"غرض حضور ﷺ نے مظاہر اور لباس میں غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ سے منع فرمایا۔ حرکات و سکنات اور طور طریقوں میں بھی تشبہ بالکفار سے منع کیا گیا، قول و فعل میں تشبہ سے منع کیا گیا کیونکہ اس ظاہری شکل وصورت کے پس منظر میں در حقیقت وہ تصورات ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر ایک نظریہ حیات دوسرے نظریے سے، ایک نظام زندگی دوسرے نظام سے اور کسی ایک قوم کا شعار دوسری قوم سے مختلف ہو جاتا ہے۔"(۳۱) چنانچہ بندۂ مومن کو اسلامی شعار اور آداب کو اختیار کرنا چاہیے کہ یہی اللہ رب العزت کو مطلوب و مقصود ہے۔

پانچویں آیت اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاكَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ اِلَّامُكَاءًوَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُواالْعَذَابَ بِمَاكُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۳۲)

"اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سٹیاں اور تالیاں بجانے سوا کچھ نہ تھی۔ تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو۔"

مولانا صلاح الدین یوسف اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:"مشرکین جس طرح بیت اللہ کا ننگا طواف کرتے تھے، اسی طرح طواف کے دوران وہ انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹیاں اور ہاتھوں سے تالیاں بجاتے۔ اس کو بھی وہ عبادت اور نیکی تصور کرتے تھے۔ جس طرح آج بھی جاہل صوفی مسجدوں اور آستانوں میں رقص کرتے، ڈھول پیٹتے اور دھمالیں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہی ہماری نماز اور عبادت ہے۔ ناچ ناچ کر ہم اپنے یار (اللہ) کو منالیں گے۔ نعوذ باللہ من ہذالخرافات۔"(۳۳)

ان اعمال کی حرمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:"حضرت قتادہ نے کہا ہے: المکاء سے مراد ہاتھوں کے ساتھ تالی بجانا ہے اور تصدیہ سے مراد چیخ مارنا، سیٹی مارنا ہے۔ دونوں تفسیروں کی بنا پر اس میں ان جاہل صوفیہ کا رد ہے جو رقص کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ یہ سب کا سب منکر (اور ممنوع) عمل ہے اور عقلاً ایسے عمل سے پرہیز کرتے ہیں اور محفوظ رہتے ہیں۔ ایسا کرنے والا مشرکین کے ساتھ اس عمل میں مشابہ ہو جاتا ہے جو وہ بیت اللہ شریف کے پاس کرتے تھے۔"(۳۴)

چھٹی آیت ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [35]

"مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔"

اسی لیے علمائے سلف امت کو ڈرایا کرتے تھے کہ عالم بے عمل اور عابد بے علم کے فتنے سے بچو کیونکہ ان کا فتنہ ہر کمزور کے لیے محل خطر ہے جس نے حق کو پہچاننے کے بعد اس پر عمل نہ کیا وہ یہودیوں کے مشابہ ہے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارشاد ربانی ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [36]

"(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کیے دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں؟"

ساتویں آیت اللہ رب العزت مومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ [37]

"اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو اعمال یہ کرتے ہیں خدا ان پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراًورئاالناس ویصدون عن سبیل اللہ "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے" یعنی یہ ان کا مقصد تھا جس کے لیے وہ نکل کر آئے تھے، یہی ان کا منشا تھا جس نے ان کو ان کے گھر سے نکالا تھا، ان کا مقصد صرف غرور اور زمین میں تکبر کا اظہار تھا، تاکہ لوگ ان کو دیکھیں اور وہ ان کے سامنے فخر کا اظہار کریں۔ گھروں سے نکلنے میں ان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو روکیں جو اللہ کے راستے پر گامزن ہونا چاہتے ہیں (واللہ بمایعملون محیط)" اور اللہ کے احاطہ میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں" اسی لیے اس نے تمھیں ان کے مقاصد کے بارے میں آگاہ کیا اور تمھیں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے ڈرایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عنقریب انھیں سخت سزا دے گا۔[38]

آٹھویں آیت مسلمان جب اللہ کے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ کے ارشادات سنتے تو اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو کہتے راعنا یعنی اے اللہ کے نبی ہماری رعایت فرمائیں۔ یہود اللہ کے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی نیت سے اسی لفظ راعنا کو ذرا دبا کر بولتے تھے تو یہ لفظ راعینا ہو جاتا یعنی ہمارے چرواہے (معاذ اللہ) صحابہ بھی اسی لفظ کو استعمال کرتے تھے اللہ رب العزت کو مسلمانوں کی کفار کے ساتھ یہ مشابہت پسند نہ آئی، چنانچہ ارشاد ہوا:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتَقُوْلُوْارَاعِنَاوَقُوْلُواانْظُرْنَاوَاسْمَعُوْاوَلِلْکٰفِرِیْن عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۳۹)

"اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے دردناک۔"

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت ہے:"اس آیت میں اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو کافروں کی بول چال اور ان کے کاموں کی مشابہت سے روک رہا ہے۔یہودی بعض الفاظ زبان دبا کر بولتے تھے اور مطلب برا لیتے تھے جب انھیں یہ کہنا ہوتا کہ ہماری سنیے تو کہتے تھے راعنا اور مراد اس سے رعونت اور سرکشی لیتے تھے جیسے اور جگہ بیان ہے من الذین ھادوا الخ یعنی یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو باتوں کو اصلیت سے ہٹا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم سنتے ہیں لیکن مانتے نہیں،اپنی زبانوں کو موڑ توڑ کر دین میں طعنہ زنی کے لیے راعنا کہتے ہیں اگر یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا ہماری بات سنیے اور ہماری طرف توجہ کیجیے تو یہ ان کے لیے بہتر اور مناسب ہوتا لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان میں ایمان بہت ہی کم ہے۔احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب یہ لوگ سلام کرتے ہیں تو السام علیکم کہتے ہیں اور سام کے معنی موت کے ہیں تو تم ان کے جواب میں وعلیکم کہا کرو،ہماری دعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور ان کی بد دعا ہمارے حق میں قبول نہیں ہوگی۔الغرض قول وفعل میں ان سے مشابہت کرنی منع ہے۔مسند احمد کی حدیث میں ہے میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں میری روزی حق تعالی نے میرے نیزے تلے رکھی ہے ذلت اور پستی اس کے لیے ہے جو میرے احکام کا خلاف کرے اور جو شخص کسی (غیر مسلم) قوم سے مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ابوداؤد میں بھی یہ مشابہت والا حصہ مروی ہے۔اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار کے اقوال وافعال،لباس، عید اور عبادت میں ان کی مشابہت کرنا جو ہمارے لیے مشروع اور مقرر نہیں سخت منع ہے اور اس پر شریعت میں عذاب کی دھمکی اور سخت ڈراوا اور حرمت ہے"۔ (۴۰) ابن کثیر کی ان تصریحات سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت میں جہاں آداب بارگاہ رسالت کی تعلیمات دی گئی ہیں وہیں کفار سے مشابہت اور مماثلت سے بچنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور اسے ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ہی اسی آیت میں مخالفت کفار کا بھی حکم دیا گیا ہے۔اور تشبہ اختیار کرنے پر عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے اور حکم ربی پر عمل کی صورت میں اللہ رب العزت کی رحمت کے حصول کی نوید سنائی گئی ہے۔

نتائج وسفارشات

اوپر بیان کی گئی اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ بالکفار کی ممانعت کا حکم قرآن مقدس سے بھی ثابت ہے اور متعدد آیات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بلکہ بعض آیات کے اقتضاالنص سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں مسلمانوں کو مخالفت کفار کا حکم دیا ہے اس لیے مسلمانوں کو عقائد وعبادات میں کسی بھی صورت میں کفار سے مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ یہ انتہائی ناپسندیدہ اور گناہ ہے اور بعض صورتوں میں حرام یا کفر ہے۔اور افعال واعمال میں اختیار کی جانے والی مشابہت بھی ناجائز اور ناپسندیدہ ہے۔اس لیے مسلمان کو ہر صورت میں

قرآن و سنت ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ یہی ایک کامل مسلمان کی نشانی اور شعار ہے۔ قرآن مقدس نے ایک مسلمان کو تشبہ بالکفار سے بچانے کے لیے اسے روزانہ دن میں پانچ مرتبہ صراط مستقیم پر چلنے کی یاد دہانی کروائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے مغضوب علیهم اور ضالین سے مخالفت کی دعا کرنے کا حکم بھی دیا ہے تشبہ بالکفار سے مسلمان راہ حق سے چوک سکتا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر کی اتباع کی صورت ہی میں اجر عظیم کا حصول ممکن ہے۔ اس لیے تشبہ بالکفار سے بچ کر قرآن اور سنت کی پیروی ہی میں دنیا و آخرت کی نجات پوشیدہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے حدیث(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) کو ضعیف لکھا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:

الف: گیلانی، سید مناظر احسن، اسلامی معاشیات، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، اشاعت ۲۰۰۷ء، ص ۳۰۷

ب: ضعیف ہے: دیکھیں: رشید رضا، محمد، مصری، م ۱۳۵۴ھ، مجلة المنار، اشاعت ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ، رقم المجلد: ۱۴، جز ۱۲ ص ۹۰۷

ج: من گھڑت ہے: دیکھیں: طارق، رحمت اللہ، لباس اور چہرہ کیسا ہونا چاہیے؟، ادارہ ادبیات اسلامیہ ملتان، اگست ۲۰۰۰ء، ص ۱۸

د۔ جنگی نقطہ نظر مراد لیا ہے: دیکھیں ساجد حمید، متن حدیث میں علماء کے تصرفات، در ماہنامہ اشراق، جولائی ۲۰۱۳ء، ادارہ المورد لاہور، ص ۳۱

ہ۔ صرف دینی شناخت مراد ہے: دیکھیے: پانی پتی، محمد اسماعیل، مولانا، مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور، طبع دوم، اشاعت ۱۹۸۴ء، ج ۱ ص ۳۴۲-۳۴۵

۲۔ افریقی، محمد بن مکرم بن علی أبو الفضل جمال الدین ابن منظور م ۷۱۱ھ، لسان العرب، مادہ ش ب ہ، بیروت لبنان، دار صادر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۴ھ، ج ۱۳، ص ۵۰۳

۳۔ زَبیدي، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب مرتضى، م ۱۲۰۵ھ، تاج العروس من جواهر القاموس، بيروت لبنان، دار الهداية، سن ندارد، ج ۳۶، ص ۴۱۱

۴۔ بخاری، محمد بن اسمعیل، م ۲۵۶ھ، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ مصورۃ عن السلطانیۃ بإضافۃ ترقیم ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعۃ الأولى ۱۴۲۲ھ، كِتَابُ العِلْمِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ، حدیث نمبر ۷۹

۵۔ مسلم بن حجاج، م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دار احیا التراث العربی، بیروت لبنان، ط ندارد، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، حدیث نمبر ۶۰۲۵

۶۔ جرجاني، علي بن محمد بن علي الزين الشريف، م ۸۱۶ھ، كتاب التعريفات، باب التاء، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۰۳ھ، ج ۱، ص ۵۸

۷۔ زمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله، م ۵۳۸، أساس البلاغة، محقق محمد

باسلعیونالسود، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، الطبعة الأولی، ۱۴۱۹ھ، ج۱ص۴۹۳

۸۔ أصفهاني، أبو القاسمالحسین بن محمد المعروف بالراغب، م۵۰۲ھ، المفردات في غریب القرآن، تحقیق صفوان عدنان داودی، دمشق بیروت لبنان، دار العلم الدار الشامیة، سنةالطبع ۱۴۱۲ھ، ج۱ص۴۴۳

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ماخوذ :مصري، زین الدین بن إبراهیم المعروف بابن نجیم م۹۷۰ھ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحة الخالق وتکملة الطوري، بیروت لبنان، دار الکتاب الإسلامي، الطبعة الثانیة، بدون تاریخ، ج۲، ص۱۱

۱۱۔ گیلانی، سید مناظر احسن، اسلامی معاشیات، ص۳۰۷

۱۲۔ امجدی، مفتی جلال الدین، فتاوی فیض الرسول، لاہور اردو بازار، شبیر برادرز، لاہور، اشاعت ۱۹۹۳ء، ج۲، ص۶۰۰

۱۳۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، م۱۹۴۳ء، اصلاح الرسوم، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، مکتبہ حقانیہ، سن ندارد، ص۳۵

۱۴۔ آل عمران:۱۵٦

۱۵۔ طبري، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي، م۳۱۰ھ، جامع البیانفي تأویل القرآن المعروف تفسیر الطبری، محقق أحمد محمد شاکر، مؤسسةالرسالة، بیروت لبنان، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰۰۰ء، جز۷، ص۳۳۱

۱٦۔ السعدي، عبدالرحمن بن ناصر بن عبدالله، ۱۳۷٦ھ، تیسیر الکریم الرحمن في تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر السعدي، محقق عبدالرحمن بن معلا اللویحق، مؤسسةالرسالة، بیروت لبنان، الطبعةالأولی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰۰۰ء، ج۱، ص۱۵۳

۱۷۔ کاندهلوی، مولانامحمدادریس، م۱۳۹٤ھ، معارف القران، مکتبةالمعارف دار العلوم الحسینیه شهدادپور سنده، ط دوم، اشاعت ۱۴۲۲ھ، ج۲، ص۳۷

۱۸۔ پانی پتی، قاضی ثناء الله، م۱۲۲۵ھ، تفسیر مظهری، محقق غلام نبي التونسي، مکتبة الرشیدیة الباکستان، الطبعة ۱۴۱۲ھ، ج۱، ص۲۰٦

۱۹۔ السیوطي، عبدالرحمن بن أبي بکر، جلال الدین، م۹۱۱ھ، الدرالمنثور، دارالفکر بیروت لبنان، سن ندارد، ج۲، ص۳۵۷

۲۰۔ النسفی، علامه ابو البرکات عبدالله بن احمد بن محمود، م۷۱۰ھ، مدارک التنزیل و حقائق التاویل، تحقیق مروان محمد الشعار، دار النفائس بیروت لبنان، اشاعت ۲۰۰۵ء، ج۱، ص۱۸۷

۲۱۔ قرطبی، ابو عبدالله محمد بن احمدبن ابو بکر، م۱٦۷۱ھ، الجامع لاحکام القران، تحقیق أحمد البردونیو إبراهیم أطفیش، القاهره، دار الکتب المصریة، الطبعةالثانیة ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۹٦۴ء، ج۴، ص۲۴٦

۲۲۔ یوسف: ۸۷

۲۳۔ سعدي، عبدالرحمن بن ناصر بن عبدالله، ۱۳۷٦ھ، تیسیر الکریم الرحمنفي تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر السعدي، جز۱، ص۴۰۴

۲۴۔ یوسف، مولانا صلاح الدین، احسن البیان، شاہ فہد قران کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عرب، سن ندارد، ص۲۶۸

۲۵۔ البقرہ: ۲۰۸

۲۶۔ جلال الدين محمد بن أحمدالمحلي م۸۶۴ھ،السيوطي،عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، م ۹۱۱ھ،تفسير الجلالين،، دار الحديث القاهره،الطبعةالأولى، سن ندارد، جز۱ص ۴۳

۲۷۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، نور العرفان، نعیمی کتب خانہ گجرات، سن ندارد، ص۳۹

۲۸۔ البقرہ :۱۴۴

۲۹۔ طبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، م۳۱۰ھ، جامع البيان في تأويل القرآن، محقق أحمدمحمدشاكر ،ج۳، ص۱۷۳

۳۰۔ شہید، سید قطب، م۱۹۶۶ء، تفسیر فی ظلال القران، درس ۸، مترجم: سید معروف شاہ شیرازی، ادارہ منشورات اسلامی بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور، طبع سوم ۱۹۹۷ء، ج۱، ص۱۹۰

۳۱۔ ایضاً، ص۱۸۹

۳۲۔ الانفال: ۳۵

۳۳۔ یوسف، مولانا صلاح الدین، احسن البیان، ص۴۸۸

۳۴۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، م۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القران المعروف تفسیر قرطبی، ج۷، ص۴۰۰

۳۵۔ الصف:۲

۳۶۔ البقرہ:۴۴

۳۷۔ الانفال:۴۷

۳۸۔ سعدي، عبدالرحمن بن ناصر بن عبدالله، ۱۳۷۶ھ، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان المعروف تفسير السعدي جز، ص۳۲۳

۳۹۔ البقرہ:۱۰۴

۴۰۔ ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، م۷۷۴ھ، تفسير القرآن العظيم (ابن كثير) ،محقق محمد حسين شمس الدين، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، منشورات محمد علي بيضون، الطبعةالأولى ۱۴۱۹ھ، ج۱، ص۲۵۶-۲۵۷